Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum-e-Islamia/
ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online) E-Mail:muloomi@iub.edu.pk
Vol.No: 31, Issue:02. (Jul-Dec 2024) Date of Publication: 27-11-2024
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

قرآن مجید کے ارشادی وتربیتی مقاصد: سورۂ یوسف کا تحلیلی جائزہ

The Directive and Educational Objectives of the Holy Quran: An Analytical Study of Surah-e- Yusuf

Amin Ullah
M.Phil. Scholar, Islamic Thought, History and Culture, AIOU Islamabad.

Dr. Ahmed Abdul Rehman
Lecturer Islamic Thought, History and Culture, AIOU Islamabad

Abstract

The Holy Qur'an serves as a comprehensive guide for humanity, offering both spiritual and practical instructions for a virtuous life. Surah Yusuf stands out as a profound chapter that encapsulates the divine wisdom, moral lessons, and directives aimed at individual and collective development. This article explores the instructional and educational objectives conveyed through Surah Yusuf, focusing on its unique narrative style, thematic depth, and moral framework. By employing analytical and exegetical methods, the study highlights how this surah addresses various aspects of human behavior, such as patience, forgiveness, faith, and reliance on Allah.

The narrative of Prophet Yusuf (peace be upon him) is examined not only as a historical account but as a timeless source of guidance that resonates with contemporary challenges. The article delves into the psychological, social, and spiritual dimensions of the story, emphasizing the Qur'anic methodology in shaping ethical and resilient individuals. Furthermore, it discusses how the divine instructions in Surah Yusuf aim to cultivate a balanced personality, promote justice, and strengthen human relationships. This analytical study seeks to shed light on the enduring relevance of Surah Yusuf’s teachings in achieving personal and societal transformation, making it a cornerstone of Qur'anic pedagogy.

Keywords: Comprehensive, Spiritual, Virtuous, Exegetical, Contemporary, Psychological Pedagogy

تعارف:

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا:

(وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ)[1]

(ترجمہ: اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم سب تمہیں سناتے ہیں جس سے تمہارے دل کو قوت دیں۔)

درود وسلام اس آخری پیغمبر پر جنہوں نے ایک حدیث میں فرمایا جب اُن سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ شریف آدمی کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کا خوف زیادہ رکھتا ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد یہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

(أَكْرَمُ الناسِ: يُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابن نَبِيِّ اللهِ بنِ خَلِيلِ اللهِ)[2]

(سب سے زیادہ شریف اللہ کے نبی یوسف بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔)

(حضرت یوسف علیہ السلام کے سب سے معزز ہونے کی وجہ یہ ہے اللہ تعالی نے ان کی ذات میں شرافت کے کئی اسباب جمع فرمائے تھے۔ اپنی چار پشتوں تک وہ نبوت سے سرفراز تھے، اللہ تعالی نے انہیں خوابوں کی تعبیر کے علم میں مہارت عطا فرمائی تھی، حکومت جب ان کو ملی تو عدل وانصاف اور بہترین اخلاق کے ساتھ اس فریضہ کو نبھایا، اپنے عہدِ حکومت میں عوام کو نفع پہنچانے کی حتی الوسع کوشش کی اور ان سے ہمیشہ شفقت کا معاملہ کیا اور قحط سالی کے دوران اپنے حسن انتظام سے عوام کو پریشانی سے محفوظ رکھا۔)[3]

اور ان کے آل، اصحاب اور قیامت تک جو ان کی راہ پر چلے ان پر بھی درود وسلام ہو۔

سورۂ یوسفؑ میں غور وفکر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف مقامات پر کئی قصے اور حوادث پیش آئے۔ ان قصوں میں سے بھائیوں کا آپ کو اندھے کنویں میں ڈالنا، عزیز مصر کی بیوی کا آپ کو پھسلانے کی کوشش کرنا، جیل کے اندر دو قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتانا اور ان کو توحید کی دعوت دینا اور بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتانا، پھر آپ کا مصر کا وزیر بن جانا اور آخر میں کئی سالوں بعد اپنے والدین سے ملاقات ہو جانا، شامل ہیں۔

بحث کے اہداف

اس بحث میں کے اہداف میں سورۂ یوسف کے مقاصد بیان کرنا، اسلامی معاشرے میں آپس کی محبتیں کیسے بڑھائی جائیں؟ اس کی کیفیات بیان کرنا اور آخر میں مذکورہ سورت کی اُن اہم ارشادی اور تربیتی پہلوؤں کو بیان کرنا ہے جن کا استنباط محققین نے کیا ہے۔

بحث کے سولات:

مذکورہ بحث میں درج ذیل سوالوں کے جوابات حاصل ہوں گے۔

☆ دعوت کا سب سے بہتر طریقہ واسلوب کیا ہے؟

☆ پریشانی اور مشکل حالات میں تبلیغ کیسے کی جائے؟

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعوت وتبلیغ کا کونسا طریقہ اختیار کیا؟

☆ یوسف علیہ السلام کے قصے سے داعی کیا سبق حاصل کرتے ہیں اور سورۂ یوسف کو احسن القصص کیوں کہا گیا ہے؟

☆ وہ کونسے ارشادی وتربیتی مقاصد ہیں جو سورۂ یوسف سے مستنبط کیے جاسکتے ہیں؟

موضوع پر سابقہ کام

سورۂ یوسف کے مضامین کی روشنی میں قرآنی ارشادی وتربیتی مقاصد کے موضوع پر کوئی بحث ہمیں نہیں ملی۔ البتہ مفسرین کرام آیات نے ہر آیت کے ذیل میں اس سے مستفاد نکتے ذکر کیے ہیں جن کی روشنی میں یہ بحث تیار کی گئی ہے۔

بحثِ اول: سورۂ یوسف (علیہ السلام) کو احسن القصص کہنے کی وجہ:

علما کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام انبیاء کرام میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو "احسن القصص" (قصوں میں سے بہترین قصہ) کیوں قرار دیا ہے؟ جیسا کہ سورۂ یوسف کے آغاز میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ) [4]

(ترجمہ: اے پیغمبر! ہم نے تم پر یہ قرآن جو وحی کے ذریعے بھیجا ہے اس کے ذریعے ہم تمہیں ایک بہترین واقعہ سناتے ہیں۔)

لہذا بعض اہلِ علم کا موقف یہ ہے کہ قرآن مجید میں سورۂ یوسف جیسی دوسری ایسی کوئی سورت نہیں جو اس سورت جیسی حکمتوں اور نصائح پر مشتمل ہو اور سورۂ یوسف کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ) [5]

(ترجمہ: بیشک ان رسولوں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) کوئی ایسی بات نہیں جو خود بنالی جائے لیکن (یہ قرآن) ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے تھیں اور یہ ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

پھر بعض علماء کا کہنا ہے اللہ تعالیٰ نے سورۂ یوسف کو بہترین قصہ اس لیے فرمایا ہے؛ کیوں کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے ملنے کے بعد ان سے درگزر کرنے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرکے ان کو معاف کردینے کا ذکر ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ) [6]

(ترجمہ: یوسف بولے: آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہوگی۔ اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔) [7]

اس سورت کو احسن القصص کہنے ایک وجہ یہ بھی کہا گیا کہ اس سورت میں انبیا، صلحا، فرشتوں، شیاطین اور انس وجن، کا ذکر ہے۔ اس میں چرند پرند، بادشاہوں، غلاموں اور تاجروں کے احوال بیان کیے گے ہیں۔ اس میں مرد اور عورتوں کا تذکرہ ہے اور عورتوں کی مکروفریب کا ذکر کیا گیاہے۔ نیز اس سورت میں توحید، فقہ، سیر خوابوں کی تعبیر، سیاست، معاشی معاملات اور بہت سے امور کا بیان ہے جو دنیاو آخرت کی مصالح ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں "احسن" اعجب کے معنی میں ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہم آپ کو عجیب قصہ سناتے ہیں۔

بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ یہ سورت احسن قصہ اس وجہ سے ہے کہ جن لوگوں کا تذکرہ اس سورت میں آیا ہے ان کا انجام کار اچھا ہوا اور وہ خوش بخت ہوئے، ایک قول کے مطابق بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ [8]

بعض نے یہ کہا ہے کہ بہترین قصہ اس لیے کہا گیا ہے کیوں کہ یوسف علیہ السلام کا قصہ شروع سے آخر تک مکمل آیا ہے، اس کے برخلاف دوسرے قصے مختلف مقامات پر مذکور ہوئے ہیں۔ مثال کے طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے سورۂ قصص میں آیا ہے لیکن دوسری سورتوں میں بھی اس قصے کے مختلف حصے مذکور ہیں۔ [9]

یہ تھے مختلف مفسرین کے اقوال جن میں سورۂ یوسف کو احسن القصص قرار دے کر اس کی احسنیت کی توجیہ کی گئی ہے۔ لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اگرچہ یہ بات بھی ممکن ہے کہ احسن القصص سے سورۂ یوسف مراد ہو سکتی ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ صرف سورۂ یوسف مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مطلقاً وہ سب قصے مراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل فرمائے ہیں، جیسے قصۂ نوح علیہ السلام، قصۂ ابراہیم علیہ السلام، قصۂ موسیٰ علیہ السلام، قصۂ عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بھی ان میں سے ایک قصہ ہے۔ [10]

بحثِ دوم: سورۂ یوسف (علیہ السلام) کے مقاصد

سورۂ یوسف آیات 7،3،2،1 کے علاوہ باقی سورت مکی ہے[11]۔ یہی قول حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے۔[12]

اس میں آیتوں کی تعداد 111 ہے، سورۂ ہود کے بعد نازل ہوئی۔ سورۂ یوسفؑ کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا نام نہیں ہے۔ اس سورت کا نام سورۂ یوسف ہونا ظاہرے ہے، کیوں کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے۔

اس سورت کے مقاصد میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو بیان کرنا ہے۔ آپ علیہ السلام کو جو بھائیوں کی طرف سے، عزیزِ مصر کے گھر میں، جیل میں اور مصر کی عورتوں کی طرف سے کو اذیتیں پہنچیں اور آپ ان صبر کرتے رہے اور اللہ تعالی سے مدد ونصرت طلب کرتے رہے، اس سورت میں ان کا بیان ہے۔ اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پریشانیوں سے نجات دی اور اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا)[13]

(ترجمہ: کوئی مشکل ہو تو اللہ تعالی اس کے بعد آسانی بھی پیدا کر دے گا۔)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

(فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا)[14]

(ترجمہ: چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ مشکلات کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے۔ یقیناً مشکلات کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے۔)

اسی طرح حدیث مبارک میں ارشاد ہے:

(مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ، مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ) [15]

(ترجمہ: مسلمان کو جو پریشانی، غم، رنج، تکلیف اور دکھ پہنچتا ہے حتیٰ کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ اس (تکلیف) کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرمادیتا ہے)

سورۂ یوسف کا سب سے بڑا مقصد رسول اللہ ﷺ کو جو مصیبتیں پہنچیں ان پر ڈھارس بندھانا اور مخالفین کی جانب سے جو اذیتیں ملیں ان پر تسلیاں دینا ہے۔ یہ اس بات سے ظاہر ہے کہ یہ سورت ایسے وقت میں نازل ہوئی جب آپ ﷺ کی مخالفت شدید تھی، بالخصوص اس قول پر کہ یہ سورت عام الحزن میں نازل ہوئی، یعنی جس سال حضرت خدیجہ صدیقہ رضی اللہ عنہ وفات ہوئیں۔ آپ ﷺ کی وہ زوجہ مطہرہ جو آپ ﷺ کے شانہ بہ شانہ ایسے اوقات میں کھڑی رہیں جب کوئی بھی آپ کے ساتھ دینے سے کتراتا تھا، اپنی دولت آپ ﷺ پر خرچ کیا، پریشانی کے وقت آپ ﷺ کو تسلی دی اور ہمت بندھائی۔

اور اسی زمانے میں آپ ﷺ کے عمِ محترم جناب ابو طالب کا انتقال ہوا جنہوں نے باوجودیکہ اسلام سے مشرف نہیں ہوئے لیکن آپ ﷺ کے دفاع میں پیش پیش تھے، آپ کے خوف سے کفارِ مکہ آپ ﷺ کی ایذارسانی سے باز رہتے تھے۔ آپ کی وفات کی بعد کفار کی طرف ایذائیں شدید ہوگئیں اور جو زوجہ تسلیاں دیتی تھیں وہ بھی پردہ فرماگئی تھیں تو ایسے حالات میں آپ ﷺ تسلی اور ڈھارس کی شدید حاجت تھی

۔

یہ وہ وقت تھا جب کفارِ قریش نے آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو تکلیفیں دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی تھی اور بات یہاں تک پہنچی کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔[16]

ایسے حالات میں سورت نازل ہوئی تو آپ ﷺ کو تسلی مل گئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی اذیتیں دیٔ گئیں، وہ شدید کرب سے گزرے، بھائیوں نے قتل کرنے کی کوشش کی، چوری کا الزام لگایا گیا، بدکاری کی تہمت چسپاں کی گئی، جیل میں ڈال دیا گیا لیکن آخر کار سرخروئی ان ہی کی ہوئی۔ اور گویا یہ تعلیم دی گئی کہ اے محمد (ﷺ)! آپ تسلی رکھیے، صبر کا دامن نہ چھوٹنے دیں جیسے یوسف نے صبر سے کام لیا، اللہ

تعالیٰ کے وعدوں پر پورا بھروسہ رکھیے، کیوں کہ ان تکلیفوں اور اذیتوں کے بعد آپ اپنے دشمنوں پر غالب آنے والے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ یوسف کے آخر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(حَتّٰۤى اِذَا اسۡتَايۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا جَآءَهُمۡ نَصۡرُنَا فَنُجِّىَ مَنۡ نَّشَآءُ وَ لَا يُرَدُّ بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ) [17]

(ترجمہ: یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے تو اس وقت ان کے پاس ہماری مدد آ گئی تو جسے ہم نے چاہا اسے بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھیرا نہیں جاتا۔)

اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی قوم کے ذریعے آزمائش میں ڈال رہا ہے جو آپ پر مجنون، جادوگر اور کاہن ہونے کی تہمت لگا رہی ہے تو آپ سے پہلے یوسف پر بھی چوری اور بدکاری کی تہمت لگائی گئی اور اس تہمت کے سبب ان کو کئی سالوں تک قید کی سختیاں جھیلنی پڑیں۔[18]

آپ ﷺ کی تسلی کے ساتھ ساتھ سورۂ یوسف ایک مقصد یہ تھا کہ یہودیوں نے آپ ﷺ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کے بارے میں سوال کیا تھا اور یہ کہ بنی اسرائیل شام سے مصر کیسے پہنچے؟ اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو اُمی ہونے کے باوجود ان کے سوال کا جواب مل گیا۔[19]

صحیح ابن حبان میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کہ ہے: قرآن مجید نازل ہوا اور آپ ﷺ مسلمانوں کو ایک عرصے تک قرآن مجید سناتے رہے۔ پھر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) ! آپ ہمیں قصے بھی سنا دیجیے۔ تو یہ سورت نازل ہوئی۔[20]

بحثِ سوم: سورۂ یوسف (علیہ السلام) کے اہم ارشادی اور تربیتی مقاصد

سورۂ یوسف کو اگر غور و فکر اور تدبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس میں ایسی بہت ساری حکمتیں اور مقاصد ملتے ہیں جو دعوت و تبلیغ میں معاون ہیں اور اولاد کی تربیت کے لیے مشعلِ راہ بن سکتے ہیں۔ اور یہ بھی ان مقاصد میں سے ہیں جن کے سب سے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کے لیے قرآن مجید اترا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

(اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَهۡدِىۡ لِلَّتِىۡ هِىَ اَقۡوَمُ وَ يُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَبِيۡرًا وَّ اَنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا)[21]

(ترجمہ: بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

(ذَكَرَ جَلَّ وَعَلَا فِي هَذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ أَنَّ هَذَا الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ الَّذِي هُوَ أَعْظَمُ الْكُتُبِ السَّمَاوِيَّةِ، وَأَجْمَعُهَا لِجَمِيعِ الْعُلُومِ، وَآخِرُهَا عَهْدًا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ جَلَّ وَعَلَا، يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ ; أَيِ الطَّرِيقَةُ الَّتِي هِيَ أَسَدُّ وَأَعْدَلُ وَأَصْوَبُ.)

(ترجمہ: اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ یہ قرآن مجید آسمانی کتابوں میں سب سے عظیم کتاب ہے، تمام علوم کو جامع ہے، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرکے سب سے آخر میں آیا ہے، یہ اس راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے، یعنی سب سے سیدھا، سب سے زیادہ معتدل اور سب سے زیادہ صحیح راستہ ہے۔)[22]

ذیل میں اُن ارشادی اور تربیتی مقاصد کو بیان کیا جائے گا جو سورۂ یوسف کی روشنی میں معلوم ہوتے ہیں۔

(1): عربی زبان کی اہمیت اور اہتمام

سورۂ یوسف کے مقاصد میں سے ایک مثبت تربیتی مقصد یہ ہے کہ اس کے آغاز میں قرآن مجید کے عربی زبان میں نازل ہونے کو بیان کرکے عربی زبان کی اہمیت اور اس کے مہتمم بالشان ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ) [23]

(ترجمہ: بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو)۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ عربی زبان کئی وجوہات سے اہمیت کی حامل ہے۔سب سے بڑی وجہ وہ تقدس واحترام ہے جو عرب و عجم مسلمانوں میں اس کو حاصل ہے، کیوں کہ یہ وہ زبان ہے جس سے مسلمانوں کی عبادات وابستہ ہیں اور اسی کے ذریعے وہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتے ہیں اور عبادات میں کوئی اور زبان عربی کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔مثلاً نماز پڑھتے ہوئے سورۂ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی[24] اور یہی سورۂ فاتحہ عربی زبان کے بغیر کسی اور زبان میں نہیں پڑھی جاسکتی۔[25]

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور مسلمانوں کی عبادات کی درستی عربی زبان کے سیکھنے پر موقوف ہے تو ہر مسلم مرد وعورت کی بڑی ذمہ داری ہے کہ خود اس زبان کو سیکھنے کا اہتمام کرے اور اپنی اولاد کو بھی یہ زبان سکھائے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ امت مسلمہ میں عربی زبان کی اہمیت اور اس سے واقفیت ناپید ہو جائے اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے معانی ومفاہیم کی سمجھ بھی ختم ہو جائے۔

آج کل لوگ، جن میں مسلمان بھی شامل ہیں، دوسری زبانیں، مثلاً انگریزی، فرانسیسی، جاپانی اور چینی وغیرہ، سیکھنے اور ان میں مہارت حاصل کرنے کی بھاگ دوڑ میں لگے ہیں اور ان کو سیکھ کر اپنے لیے فخر محسوس کرتے ہیں اور اس کو اپنی سماجی حیثیت میں اضافے کا ایک معیار سمجھتے ہیں۔اس کے برخلاف عربی زبان کے سیکھنے میں دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے جس میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔لہٰذا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ عربی زبان کی اہمیت کو سمجھے اور اپنی اولاد کو بچپن سے عربی زبان سے واقف کرائیں، جس طرح دوسری زبانوں پر توجہ دی جاتی ہے اس سے زیادہ عربی پر توجہ دی جائے۔

عربی زبان سیکھنے کی ترغیب اس مشہور مقولہ سے ملتی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ کی طرف منسوب ہے:

(تعلموا العربية؛ فإنها تثبت العقل،وتزيد في المروءة) [26]

(ترجمہ: عربی زبان سیکھ لو؛ کیوں کہ یہ عقل کو پختہ کرتی ہے اور مروت میں اضافہ کرتی ہے۔)

(2): حسد کی مذمت اور علاج

سورۂ یوسف کے تربیتی مقاصد میں سے حسد جیسے سنگین باطنی مرض کی مذمت بیان کی جائے اور اس کا علاج اور اس سے خلاصی کی صورت بہم پہنچائی جائے۔حسد سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے شخص کی نعمت اور خوشی کو ناپسند کرے اور اس کو یہ خواہش ہو کہ دوسرے شخص سے وہ نعمتیں سلب ہو جائیں۔حسد کے بہت سے منفی اثرات ہیں۔ حسد کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ حسد کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض کر رہا ہوتا ہے اور بندوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی تقسیم کو غیر منصفانہ سمجھتا ہے؛ کیوں کہ اس کے نزدیک جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ملی ہے وہ اس کا اہل نہیں ہے، اس نعمت کا اہل کوئی شخص ہے۔

حسد کے منفی اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ لوگوں میں، بلکہ سگے بھائیوں میں نفرت اور بغض پیدا کر دیتا ہے، یہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی فراست تھی کہ انہوں نے اپنے بیٹے یوسفؑ کو اپنا خواب بھائیوں کو بتانے سے منع فرمایا؛ کیوں کہ ان کو اندیشہ تھا کہ بھائی یوسف سے حسد کریں گے اور اس کے دشمن بن جائیں گے، ان کو پہلے سے اس بات کا احساس تھا کہ دوسرے بھائی یوسفؑ کے معاملے خیر خواہ نہیں ہیں۔ان کے مکالمے کو اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا ہے:

(قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ) [27]

(ترجمہ: کہا اے میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے بے شک شیطان آدمی کا کُھلا دشمن ہے)۔

اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام جو تنبیہ کی ہے اس میں نہی، تعلیل اور توجیہ کو جمع کیا ہے اور یہ تربیت کی اعلیٰ مثال ہے۔ یہاں یہ بات قابل ورہے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بشری حیثیت سے حسد سے بچنے کے لیے تدبیر توسکھلائی لیکن تقدیر کے مقابلے میں تدبیر کار گر نہیں ہوتی اور بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کر ہی لیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ)[28]

(ترجمہ: جب بولے کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں بے شک ہمارے والد کسی کھلی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری ہی طرف رہے اور اس کے بعد پھر نیک ہو جانا۔ ان میں ایک کہنے والا بولا یوسف کو مارو نہیں اور اسے اندھے (گہرے تاریک) کنویں میں ڈال دو کہ کوئی چلتا اسے آ کر لے جائے اگر تمہیں کرنا ہے۔)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے اس فعل کی وجہ سے اہلِ علم کے درمیان ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ کیا یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک وہ انبیاء میں شامل نہیں ہیں اور علما کی ایک جماعت ان کی نبوت کی قائل ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہیں تھے، نہ پہلے اور نہ بعد میں؛ کیوں کہ انبیاءؑ کسی مسلمان کے قتل کی تدبیر نہیں کر سکتے، البتہ وہ مسلمان تھے، گناہ کے مرتکب ہوئے پھر توبہ کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ نبی تھے اور عقلی طور پر نبی سے لغزش ہونا محال نہیں، ان سے بھی ایک لغزش ہو گئی۔ اس قول کی تردید اس مسلمہ بات سے ہوتی ہے کہ انبیاء کرام کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ قتل کی تدبیر کے وقت نبی نہیں تھے، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا کی۔ اور یہ بات زیادہ مناسب لگتی ہے، واللہ اعلم۔"[29]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید، لغت اور قیاس کی دلالت کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیاء نہیں تھے۔ قرآن مجید، سنتِ رسول ﷺ اور صحابہ میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت عطا کی ہو۔ جو حضرات ان کی نبوت کے قائل ہیں وہ سورۂ بقرہ اور نساء میں مذکور لفظ "اسباط" سے استدلال کیا ہے۔ اور اسباط کی تفسیر "اولادِ یعقوب" سے کی گئی ہے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے اس سے مراد یعقوب علیہ السلام کی صلبی اولاد نہیں ہے بلکہ ان کی نسل مراد ہے، جیسے کہ انہیں "بنی اسرائیل" بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی نسل میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں۔ پس اسباط بنی اسرائیل میں سے ایسے ہی ہیں جسے بنی اسماعیل میں قبائل ہیں۔[30]

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: جان لینا چاہیے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی بلکہ ان آیات کے سیاق و سباق سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس قصے کے بعد ان کو نبوت ملی تھی لیکن اس قول پر اعتراض ہوتا ہے، اس قول کے قائلین کو دلیل کی ضرورت ہے اور سوائے اس آیت:

[(قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ)[31]

(ترجمہ: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو اُتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد پر)]

کے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور اس میں اور بھی احتمال ہیں؛ کیوں کہ بنی اسرائیل کی نسل کو اسباط کہا جاتا ہے جیسا کہ عرب کو قبائل اور عجم کو شعوب کہا جاتا ہے۔ آیتِ کریمہ میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسباطِ بنی اسرائیل کی طرف وحی کی اور آیت میں اسباط کو مجمل طور پر

ذکر کیا ہے اور ہر سبط حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں کسی بھائی کی اولاد ہے لیکن یہ ثابت نہیں ہے کہ متعین طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر وحی نازل ہوئی ہے۔[32]

حسد ایک مذموم صفت ہے۔ شیطان بھی اسی حسد کی وجہ سے مردود ہوا جب اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، فرشتوں کو ان سامنے سجدے کا حکم دیا، ان کو ہر چیز کا علم عطا فرمایا اور ان کو جنت میں سکونت دی تو اس نے آدمؑ کو جنت سے نکالنے کے لیے دوڑ دھوپ کی حتی کہ آدمؑ کو جنت سے نکلوا دیا۔

اسی حسد کی وجہ آدمؑ کے ایک بیٹے نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ حسد یہودیوں کی صفت ہے کہ انہوں نے اس بات کو جاننے کے باوجود کہ آپ ﷺ آخری رسول ہیں صرف آپ ﷺ کی نبوت اور عظمت پر حسد کی وجہ سے ایمان سے انکار کر دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

(بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِه اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِه فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ)[33]

(ترجمہ: انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس کا انکار کر رہے ہیں اس حسد کی وجہ سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تو یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہو گئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔)

حسد کی ان ہی قباحتوں اور سنگینیوں کی وجہ آنحضرت ﷺ نے امت کو اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے:

(لا تَحَاسَدُوا، ولا تَنَاجَشُوا ولا تَبَاغَضُوا، ولا تَدَابَرُوا، ولا يَبِعْ بَعْضُكم على بَيْعِ بعضٍ، وكُونوا عبادَ الله إخوانًا)[34]

(ترجمہ: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، خرید و فروخت میں دھوکہ نہ دو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے منہ مت پھیرو، کسی کی بیع پر بیع مت کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔)

(3): جھوٹ کی مذمت اور علاج

سورۂ یوسف میں جن مقاصد کا بیان ہے ان میں سے ایک جھوٹ اور جھوٹ بولنے والوں کی مذمت ہے۔ جھوٹ بہت بڑا گناہ ہے۔ نفاق اور برے اخلاق کی اساس ہے اور محرمات میں پڑنے کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں فرمایا:

(وَجَآءُوْ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ مَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ)[35]

(ترجمہ: اور رات کے وقت اپنے باپ کے پاس وہ روتے ہوئے آئے۔ کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کا مقابلہ کرتے (دور) چلے گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں۔ اور وہ اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔ یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات گھڑ لی ہے تو صبر اچھا اور تمہاری باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔)

روایت میں آیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی بکری کے بچے کا خون یوسفؑ کی قمیص پر لگا کر لے آئے اور کہنے لگے کہ یہ یوسف کا خون ہے۔ یعقوبؑ نے ان سے فرمایا کہ یہ کیسا بھیڑیا تھا جو یوسفؑ کو کھا گیا اور اس کی قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔ اسی سے یعقوبؑ نے ان کے جھوٹ پر استدلال کیا اور فرمایا کہ تمہارے دلوں نے ایک بات گھڑ لی ہے اور اب صبر کرنا ہی بہتر ہے۔[36]

جھوٹ سے بچنے کی آپ ﷺ نے بہت تاکید فرمائی ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

(عليكم بالصدق. فإن الصدق يهدي إلى البر. وإن البر يهدي إلى الجنة. وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقا. وإياكم والكذب. فإن الكذب يهدي إلى الفجور. وإن الفجور يهدي إلى النار. وما يزال الرجل يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا)(37)

(ترجمہ: تم صدق پر قائم رہو کیونکہ صدق نیکی کے راستے پر چلاتا ہے اور نیکی جنت کے راستے پر چلاتی ہے۔ انسان مسلسل سچ بولتا رہتا ہے اور کوشش سے سچ پر قائم رہتا ہے، حتی کہ وہ اللہ کے ہاں سچا لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ سے دور رہو کیونکہ جھوٹ گناہ کے راستے پر چلاتا ہے اور گناہ آگ کی طرف لے جاتی ہے، انسان مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔)

جھوٹ تمام شریعتوں میں حرام ہے اور اس حدیث شریف کی رو سے فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین مواقع کے علاوہ ہر قسم کا جھوٹ حرام ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عُقْبَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ:لَيس الكَذابُ الَّذِي يُصلِحُ بَين النَّاس فَيقولُ خَيراً أَو يُنمِي خَيراً قَالَتْ: ولَم أسمَعه يُرخِص فِي شَيء مِمَا يَقول النَّاسُ مِن الكَذِب إِلَّا فِي ثَلاثٍ: الإصلاحِ بَينَ النَّاس، وحَديثِ الرَّجُلِ امرأَتَهُ، وحَديث المَرأةِ زَوجَها.)(38)

(ترجمہ: حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے تو وہ اچھی بات کرتا ہے یا اچھی بات پھیلاتا ہے۔" وہ فرماتی ہیں: میں نے تین مواقع کے علاوہ آپ ﷺ سے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں سنی: لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے، خاوند کا بیوی کے ساتھ اور بیوی کا خاوند سے۔)

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ بعض علمانے اس حدیث کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہاں کذب سے مراد توریہ ہے، نہ کہ صریح جھوٹ۔ اور کبھی کبھار جھوٹ کا اطلاق توریہ پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

(لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ النَّبِيُّ عليه السلام إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ...)

(ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ نہیں بولا سوائے تین جھوٹ کے)

یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جھوٹ نہیں بولے بلکہ انہوں توریہ کیا تھا اور وہ معنی مراد لیا تھا جس کی طرف مخاطب کا ذہن نہیں گیا اور اس معنی میں وہ سچے تھے۔(39)

الغرض جھوٹ ان مواقع کے علاوہ ناجائز اور حرام ہے۔ اور دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں جو لوگ اپنی طرف سے قصے کہانیاں گھڑتے ہیں یا جو لوگ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں یہ سب شرعاً جائز نہیں ہے۔

آیت میں چند اور قابلِ غور اور مفید نکتے ہیں:

(الف): حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کے جھوٹ سننے کے بعد فرمایا کہ اب صبر کرنا ہی بہترین حل ہے۔ یعنی اب میں اس مصیبت پر ایسا صبر کروں جس میں مایوسی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے شکوہ نہ ہو۔ اسی طرح ہر مسلمان، جو آزمائش کا شکار ہو اس کو صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے اور جزع وفزع سے بچے رہنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی آیتوں میں صبر کی ترغیب دی ہے اور صبر کرنے والوں کو سراہا ہے اور ان کے لیے اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ حضرت ایوبؑ کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں مال ودولت اور اولاد سے نوازا تھا، پھر سب کچھ ان سے چھین لیا اور ان کے بدن میں ایک بیماری بھی لگادی، ان سب کے باوجود ان کی زبان میں کوئی ناشکری کے الفاظ نہیں آئے ،انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ مجھے تکلیف لاحق ہوئی ہے۔(40) ان کے اس عظیم صبر واستقامت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی:

(اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّه اَوَّابٌ)[41]

(ترجمہ: بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع ہونے والا ہے۔)

جب ایوبؑ کی طرف سے بے پناہ صبر کا مظاہر کیا گیا اور دعا اور رجوع الی اللہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، ان کو صحت عطا فرمائی اور ان کو پہلے سے زیادہ مال و اولاد عطا فرمایا:

(فَاسْتَجَبْنَا لَه فَكَشَفْنَا مَا بِه مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَه وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ)[42]

(ترجمہ: تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو جو اس پر تکلیف تھی وہ ہم نے دور کر دی اور ہم نے اپنی طرف سے رحمت فرما کر اور عبادت گزاروں کو نصیحت کی خاطر ایوب کو اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کر دیئے۔)

(ب): ایک اور قابلِ غور حضرت یعقوبؑ کی یہ ہے انہوں جب دیکھا بیٹے جھوٹ بول رہے ہیں تو انہوں نے معاملے کو یہ کہہ کر:

[(وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ)[43]

(ترجمہ: اور تمہاری باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔)]

اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور یہ اعلان فرمادیا کہ اس مصیبت کی گھڑی میں میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اس پر ثابت قدم رہنے کے لیے اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ اس میں ہر مسلمان کے لیے یہ سبق ہے کہ دنیوی اور اخروی ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور کاموں کو اسی حوالہ کرنا مطلوب ہے۔[44]

(4): اولاد کی تربیت میں صلاحیتوں کو اجاگر کرنا

مذکورہ سورت کا ایک تربیتی پہلو یہ بھی ہے اولاد کی تربیت کرتے ہوئے ان کی صلاحیتوں کو پہچانا جائے اور ان صلاحیتوں کو نکھانے میں اولاد کی رہنمائی کی جائے۔ بہترین مربی وہ ہے جو تربیت پانے والے کی صلاحیتوں کو اس لیے متعین کردے تاکہ وہ ان صلاحیتوں کو نکھارے، اپنی شخصیت کو بنانے میں ان سے کام لے، ان سے اعلیٰ اخلاق حاصل کرے، ان سے خیر حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہی وہ چیز تھی جو یعقوبؑ چاہتے تھے یوسفؑ کے اندر پیدا ہو اور اپنی صلاحیت کو پہچانے کہ وہ مستقبل میں بڑی شخصیت بننے جارہے ہیں اور خوابوں کا علم بھی ان کو دیا جائے گا:

(وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَه عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ)[45]

(ترجمہ: اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر پوری کیبے شک تیرا رب علم و حکمت والا ہے)۔

مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ کے بارے یہ باتیں خواب کی تعبیر اور یوسفؑ کی رفعتِ شان پر دلالت سے جان گئے تھے۔[46]

(5): سورۂ یوسف (علیہ السلام) میں قمیص کا مکرر ذکر اور اس کا کردار

سورۂ یوسف میں لفظ "قمیص" چھ مرتبہ آیا ہے۔ ان سب میں یوسف علیہ السلام کی قمیص مراد ہے۔ یعنی یوسفؑ کے قصے میں ان کی قمیص کا بڑا کردار ہے۔

قمیص کا ذکر پہلی دفعہ: (وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِه بِدَمٍ كَذِبٍ)[47] (ترجمہ: اور اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگالائے) میں آیا ہے۔

دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں دفعہ:

(وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَه مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُه قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُه قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَه قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّه مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ)[48]

(ترجمہ: اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے چیر لیا اور دونوں کو عورت کا میاں دروازے کے پاس ملا بولی کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی سے بدی چاہی مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دکھ کی مار کہا اس نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے پھر جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے چرا دیکھا بولا بے شک یہ تم عورتوں کا فریب ہے بے شک تمہارا فریب بڑا ہے۔)

میں آیا ہے۔

چھٹی اور آخری مرتبہ:

(اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَ اْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ)[49]

(ترجمہ: میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو اُن کی آنکھیں کُھل جائیں گی اور اپنے سب گھر بھر (گھر والوں) کو میرے پاس لے آؤ۔)

میں آیا ہے۔

ان تمام صورتوں میں قمیص بطور گواہی استعمال ہوئی ہے۔ پہلی صورت میں جھوٹی گواہی اور شہادت کے طور استعمال ہوئی ہے جب یوسفؑ کے بھائی اس پر خون لگا کر لے آئے تھے۔ دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں مرتبہ قمیص کا استعمال بطور صحیح شہادت استعمال ہوئی ہے اور اس شہادت کے ذریعے یوسفؑ کی بے گناہی ثابت ہوگئی تھی۔

آخری مرتبہ جو قمیص کا استعمال ہوا ہے وہ اس بات پر شہادت تھی کہ یوسفؑ حیات ہیں؛ کیوں کہ اس میں یوسفؑ کی خوشبو تھی جس کو یعقوبؑ نے پہچان لیا تھا نیز اس قمیص کی بدولت حضرت یعقوبؑ کی بینائی بھی لوٹ آئی، گویا کہ وہ قمیص بطورِ علاج بھی کام آئی۔

موجودہ دور میں بھی پسینہ کو بھی ایک شہادت اور قرائن کے طور استعمال کیا جاتا ہے۔ اور جائے وقوعہ میں کتوں کی مدد سے پسینہ کو پہچانا جاتا ہے اور مجرم تک رسائی میں مدد ملتی ہے۔ گویا یہ نظام پرانے زمانے میں بھی موجود تھا۔ اسی لیے یعقوبؑ نے یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے سمجھ گئے کہ حضرت یوسفؑ حیات ہیں۔[50]

(6): سنی سنائی بات کو پھیلانے اور دوسروں کی پردہ دری کی مذمت

سورۂ یوسفؑ میں ارشاد ہے:

(وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِه قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُ جْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَه اَكْبَرْنَه وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ)[51]

(ترجمہ: اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بی بی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے بے شک ان کی محبت اس کے دل میں پیر (سما) گئی ہے ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں تو جب زلیخانے ان کا چکروا (چہ میگوئی وطعن) سنا تو ان عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کے لیے مسندیں تیار کیں اور ان میں ہر ایک کو ایک چھری دے دی اور یوسف سے کہا ان پر نکل آؤ جب عورتوں

نے یوسف کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بولیں اللہ کو پاکی ہے یہ تو جنسِ بشر سے نہیں یہ تو نہیں مگر کوئی معزّز فرشتہ)

مذکورہ آیت میں غور کرنے سے کئی اہم نکتے سامنے آتے ہیں اور بہت سی ایسی خرابیوں کی طرف اشارہ ملتا ہے جو آج کل ہمارے معاشرے میں بھی موجود ہیں۔ جو قصہ پیش آیا تھا وہ ایک ناپسندیدہ اور برائی کو متضمن تھا اور اس کو پھیلانا مناسب نہیں تھا نیز ان کی طرف سے اس کی تحقیق بھی نہیں تھی۔ گویا کہ اس میں دو برائیاں جمع ہوگئی تھیں: ایک یہ کہ کسی انسان کے عیب کو فاش کیا جارہا تھا اور پردہ دری ہو رہی تھی جو کہ حدیث شریف کی روشنی میں اس کی مذمت کی گئی ہے اور اس پر وعید بیان کی گئی ہے:

(ومن كشف عورة أخيه المسلم، كشف الله عورته،حتى يفضحه بها في بيته)[52]

(ترجمہ: جو اپنے مسلمان بھائی پردہ دری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری کرے گا، یہاں تک اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں رسوا کرے گا۔)

دوسری بات یہ ہے یہاں ایک بات کو پھیلائی گئی ہے اور اس میں تحقیق کے پہلو کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ کسی بھی خبر کو پھیلانے سے پہلے اس کی تحقیق کی تعلیم دی گئی ہے۔ سورۂ حجرات میں ارشاد ہے:

(يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ)[53]

(ترجمہ: اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ)

آج کل مختلف چینلز بھی خبروں کی تحقیق کیے ریٹنگ کے حصول کے لیے ان کو نشر کرتے ہیں اور اس میں عوام الناس بھی برابر کے شریک ہیں جو کسی بھی سنی سنائی بات کو سوشل میڈیا میں آگے نشر کرتے ہیں۔ ایسی سنی سنائی باتوں کو آگے پھیلانا جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ (صحیح مسلم، باب النھي عن الحدیث بکل ما سمع، 1/8)

مفسرین نے کہا ہے کہ عورتوں کے کلام میں مکر کی کئی وجوہ ہیں:

پہلی: یہ کہ انہوں نے "امرات العزیز" کہا، اس کا نام نہیں لیا تا کہ یہ بات آشکارا ہو اجائے کہ وہ عورت نکاح یافتہ ہے، اور نکاح میں ہو کر ایسی حرکت مزید قبیح بن جاتی ہے۔

دوسری: دوسرا مکر ان کے کلام میں یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی جتلانے کی کوشش کی وہ مصر کے وزیر کی بیوی ہونے کے باوجود یہ حرکت کی اور اپنے شوہر کی عزت کا خیال نہیں رکھا۔

تیسری: انہوں نے کہا کہ "تراود فتاھا عن نفسہ "یعنی یوسف کو پھسلانے والی وہ ہے، نہ کہ یوسف۔ یعنی گناہ کی دعوت اس عورت کی طرف سے ہے اور وہی مجرم ہے۔

چوتھی: ان کے کلام میں "فتاھا" میں بھی ایک مکر ہے، یعنی اس عورت کے فعل کی شناعت یہ بھی ہے کہ اس نے ایک غلام کو گناہ کی دعوت دی۔

پانچویں: "قد شغفھا حبا" میں اشارہ ہے کہ اس عورت کو اس کے غلام کی محبت نے مجنون بنادیا اور اس کی بصیرت اور سمجھ کو ختم کردیا۔

چھٹی: "انا لنراھا فی ضلال مبین" میں ان عورتوں کی طرف سے گویا یہ دعویٰ ہے کہ اپنے اس فعل کے ارتکاب سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوگئی ہے اور ہم اس طرح کے گناہوں سے پاک ہیں۔

ساتویں: ان عورتوں نے یہ باتیں عزیزِ مصر کی بیوی کی غیر موجودگی میں کہی ہیں، یہ بھی ان کی طرف سے ایک مکر ہے۔ اس سامنے کسی نے مذمت نہیں کی بلکہ اس کے ساتھ شامل ہوگئیں۔

جب عورتوں کی اس چال اور مکر کے بارے میں عزیز مصر کی بیوی کو پتہ چلا تو اس نے ان کے اس قولی مکر کے مقابلے میں فعلی مکر کرنے کا منصوبہ بنایا اور ان سب کو دعوت میں بلایا۔ ان کو مخصوص نشستوں میں بٹھا کر ہر ایک کو چھری دی اور یوسفؑ کو ان کے سامنے آنے کا حکم دیا۔ ان کے حسن و جمال کو دیکھ وہ حواس کھو بیٹھیں اور چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو احساس تک نہ ہوا۔ اس سارے قصے کو اللہ تعالیٰ نے مکر فرمایا ہے کہ عورتوں کی طرف سے عزیز مصر کی بیوی کی بدنامی کی ایک کوشش تھی جو کہ ایک مکروہ عمل ہے۔[54]

عزیز مصر کی بیوی نے عورتوں کے جو معاملہ کیا وہ بھی کئی وجوہِ مکر پر مشتمل ہے۔ **اول:** یہ کہ اس نے ان عورتوں کی دعوت کی تا کہ معاملہ کو نرمی سے سلجھایا جائے اور ان کے مکر کو فاش بھی کیا جائے۔ **دوسرے:** اس نے یوسفؑ کو ایسے کمرے میں ٹھہرایا تا کہ ان کو کمرے سے باہر آتے ہوئے لازمی طور پر عورتوں کے سامنے آنا پڑے۔ **تیسرے:** اس نے عورتوں کو ایسا طعام پیش کیا جس میں چھری سے کاٹنے کی ضرورت تھی اور ان کو چھری بھی دی۔ **چوتھے:** اس نے ہر ایک کو الگ الگ چھری فراہم کی تا کہ ہر ایک خود سے چھری کو استعمال کرے۔ **پانچویں:** اس نے یہ عمل اچانک کیا اور یوسفؑ کو ان کے سامنے ایسی حالت میں بلایا کہ ان عورتوں کو معلوم ہی تھا۔ گویا ان کی چال کے مقابلے میں عزیز مصر کی بیوی نے بھی ایسی چال چلی کہ ان کو اپنے موقف پر شرمندہ ہونا پڑا اور آخر کار وہ بھی عزیز مصر کی بیوی کی ہم خیال ہو گئیں اور وہ سب مل کر یوسفؑ کو گناہ پر آمادہ کرنے کی کوشش میں لگ گئیں۔[55] ان ہی مکر و فریب کی وجہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی مکاری کو بڑی سخت قرار دیا ہے:

(قَالَ اِنَّه مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ)[56]

(ترجمہ: کہا: بیشک یہ تم عورتوں کا مکر ہے۔ بیشک تمہارا مکر بہت بڑا ہے۔)

(7): مایوسی کی بجائے امید کے ساتھ بقدرِ استطاعت کوشش کرنا

جب عزیز مصر کی بیوی جب حضرت یوسفؑ کے ساتھ تنہائی میں تھی تو اس نے اس محل کے سات دروازوں کو تالے لگوائے تھے۔[57] حضرت یوسفؑ کے پاس بظاہر فرار کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اس کے باوجود حضرت یوسفؑ وہاں سے دروازے کی طرف لپکے اور خلاصی کی کوشش کی اپنی طرف سے پوری کوشش کی:

(وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَه مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ)[58]

(ترجمہ: اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے چیر لیا اور دونوں کو عورت کا میاں دروازے کے پاس ملا بولی کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی سے بدی چاہی مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دکھ کی مار)[59]

یہی مضمون قرآن مجید کی ایک آیت میں بھی بیان ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ) [60]

(ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

یعنی جو مشکل حالات میں نیکیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اور معاصی سے بچتے ہوئے میری رضا کے حصول کے لیے کوشش کرے گا ہم اس کو اپنی رضا اور کامیابی کی طرف رہنمائی فراہم کریں گے۔[61]

یعنی دونوں آیتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کے بس میں محنت اور کوشش ہے باقی نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت یوسفؑ نے یہ نہیں سوچا کہ دروازے مقفل ہیں، اس طرف جانے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ جو ان کی طرف سے ممکن تھا وہ انہوں نے پورا کر لیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دروازے اپنی قدرت سے کھول دیے۔

(8): اصحابِ اقتدار اور اہلِ علم کی ذمہ داری

ایک اور اہم تعلیم سورۂ یوسف سے معلوم ہوتی ہے وہ ہے جب حضرت یوسفؑ سے بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو انہوں نے تعبیر بتائی کہ سات سال خوشحالی ہو گی اور ان سات سالوں کے بعد قحط سالی ہو گی۔ خواب کی تعبیر بتانے ساتھ ساتھ انہوں نے قحط سالی کے ساتھ سالوں کے ایک تدبیر بھی بتائی جو خواب کی تعبیر میں شامل نہیں تھی:

(قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْبُلِهٖ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ثُمَّ يَاْتِيْ مِن بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ثُمَّ يَاْتِيْ مِن بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ)(62)

(ترجمہ: کہا تم کھیتی کرو گے سات برس لگاتار تو جو کاٹو اسے اس کی بال میں رہنے دو مگر تھوڑا جتنا کھالو پھر اس کے بعد سات سخت تنگی والے برس آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کر رکھا تھا مگر تھوڑا جو بچالو پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینہ دیا جائے گا اور اس میں رس نچوڑیں گے)

اصحابِ اقتدار اور اہلِ علم کی ذمہ داریوں میں سے ہے وہ عوام کے لیے جائز متبادل کا انتظام کریں۔ مثلاً اگر حکومت کی طرف کسی ایسے امر کی پابندی لگ جاتی ہے جس کی عوام کو اشد ضرورت ہے تو ایسی صورت میں صرف اس پر قدغن لگانے پر اکتفانہ کرے بلکہ عوام کی سہولت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی کوئی متبادل صورت بھی فراہم کرے۔

اسی طرح جب کسی ایسے مسئلہ میں لوگوں کا ابتلا ہو جو شرعی اصولوں سے متصادم ہو تو علما کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب اس کے شرعی حکم کی رہنمائی کریں تو ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش کریں کہ شرعی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کا متبادل پیش کرنے کی کوشش کریں تاکہ کم از کم حرمت سے نکل لوگ جواز کی حدود میں داخل ہو سکیں۔(63)

(9): نظرِ بد سے بچاؤ کی تدبیر

حضرت یوسفؑ کے بھائی جب غلہ کے حصول کے لیے مصر کے لیے روانہ ہو رہے تھے ان کے والد حضرت یعقوبؑ نے ان کو نصیحت کی کہ شہر میں داخل ہوتے ہوئے ایک دروازے سے داخل میں ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا:

(وَ قَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِن بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ) (64)

(ترجمہ: اور کہا اور اے میرے بیٹو ایک دروازے سے نہ داخل ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حسن بصری، قتادہ، ضحاک، سُدی حضرات کہتے ہیں کہ یوسفؑ کے بھائی صحت اور خوبصورت تھے، اس لیے یعقوبؑ کو اندیشہ ہوا کہ ایک ساتھ داخل ہوں گے ان کو نظر لگ جائے گی؛ اس لیے ایک تدبیر ان کو بتائی تاکہ وہ لوگوں کی توجہ کے مرکز نہ بن جائیں۔ یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ نظر لگنا ایک ثابت شدہ امر ہے اور آپ ﷺ کی حدیث میں بھی اس کو حق قرار دیا گیا ہے:

(لَا شَيْءَ فِي الْهَامِ وَالْعَيْنُ حَقٌّ) (65)

[ترجمہ: الو (کے سلسلے میں لوگوں کے اعتقاد) کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نظر بد کا اثر حقیقی چیز ہے (یعنی سچ ہے)]۔(66)

حضرت یعقوبؑ کی اپنے بیٹوں کو اس نصیحت سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ نظر بد یا دوسرے ضرر رساں امور سے بچاؤ کی کوشش مطلوب ہے۔ تدبیر کی حد تک ایسے اسباب اختیار کرنے چاہئیں جو نقصان کے امکانات کم کر سکیں۔ دوسرے یہ کہ نظر بد سے حفاظت کے قرآنی اور نبوی اوراد کے اہتمام کے ساتھ ساتھ یہ بھی مناسب ہے کہ ظاہری صورت کو لوگوں کی توجہ کی مرکز بنانے سے گریز کیا جائے۔

(10): تدبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا

سورت کے ارشادی مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ تدبیر کرنے کے بعد اس کو مؤثر بالذات نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اپنی طرف سے تدبیر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے اور معاملہ اسی کے سپرد کرنا چاہیے۔ حضرت یعقوبؑ نے جب بیٹوں کو الگ الگ دروازوں سے داخل ہونے کا کہا اسی وقت اس بات کی وضاحت بھی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مقابلے میں یہ تدبیر کوئی کار آمد نہیں ہو سکتی:

(وَ مَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ)[67]

(ترجمہ: اور میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ چاہیے۔)

دینِ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ پہلے اسباب اختیار کیے جائیں، تدبیریں بروئے لائی جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کر کے معاملہ اسی کے سپرد کیا جائے۔ یہ کہہ بیٹھ جانا کہ تقدیر میں جو لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا یہ شریعتِ مطہرہ کے مزاج کے خلاف ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

(سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ، قَالَ: اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ.)[68]

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں اونٹ کو پہلے باندھ دوں، پھر اللہ پر توکل کروں یا چھوڑ دوں، پھر توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے باندھ دو، پھر توکل کرو۔)

اس روایت کی سند میں اگرچہ کلام ہے لیکن امام ترمذیؒ نے شاہد کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے حدیث حسن کے درجے میں آجاتی ہے۔ اور حدیث میں یہ واضح تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے نظام کو اسباب پر مرتب کیا ہے؛ لہٰذا پہلے اسباب اور تدبیریں کی جائیں پھر ان اسباب کو مؤثر بالذات سمجھنے کی بجائے معاملہ کو ربِ ذوالجلال کے سپرد کیا جائے، جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کی تعلیم ہے۔

یہ ارشادی اور تربیتی مقاصد تھے جو محققین نے ذکر کیے ہیں جو کہ بہت تھوڑے سے ہیں۔ اس بحث سے مقصود یہ ہے کہ اس سورت میں غور و فکر کر کے ان مقاصد اور دعوتی اور تربیتی پہلوؤں تک رسائی حاصل ہو جائے جن کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے، امید ہے ہم بھی اس بہترین قصے کی تعلیمات سے مستفید ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے مخلص اور کامیاب داعیوں میں شامل ہو سکیں، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں کیا ہے:

(وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)[69]

(ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے)

نتائج بحث

سورۂ یوسف کی روشنی میں قرآن مجید کے ارشادی اور تربیتی مقاصد پر یہ مختصر بحث درج ذیل امور پر منتج ہوتی ہے۔

(1): قرآن مجید میں جو امم سابقہ یا انبیا کرامؑ کے جو قصے مذکور ہیں وہ تربیتی، دعوتی اور اصلاحی مقاصد کے لیے اہم وسیلے ہیں اور دین کے داعی کے لیے ان قصوں کو سمجھ کر ان کے مقاصد تک رسائی حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔

(2): انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی راہ کئی فتنے رکاوٹ بنتے ہیں، خصوصاً جو لوگ اللہ کے دین کی خدمت اور دعوت میں لگے ہیں ان کو مزید فتنے درپیش آتے ہیں۔

(إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءَ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ)[70]

(ترجمہ: سب سے زیادہ تکالیف انبیاء پر ہوا کرتی ہیں، پھر ان پر جو ان سے قریب ہوتے ہیں، پھر ان پر جو ان سے قریب ہوتے ہیں، پھر ان پر جو ان سے قریب ہوتے ہیں۔)

ان فتنوں میں عورتوں کا فتنہ سب سے زیادہ سنگین ہے۔ جس طرح عورتوں کا فتنہ پہلی امتوں میں تھا، جیسا کہ سورۂ یوسفؑ سے ظاہر ہے، اسی طرح آج کے زمانے میں بھی یہ فتنہ عام اور زیادہ خطرناک ہے۔ عورتوں کے فتنے سے بچنے کے لیے آپ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے امت کو تلقین فرمائی ہے۔

(عن أسامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:ما تركت بعدي على أمتي فتنة أضر على الرجال من النساء)[71]

(ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر نقصان دینے والا اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے۔)

(3): اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان فرمایا ہے اور اس کے ذریعے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ جس طرح یوسفؑ پر مصائب اور تکلیفیں آئیں اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان پریشانیوں سے ان کو نجات دی اور ان کو سرخرو کیا اسی طرح آپ ﷺ پر بھی کفار کی طرف سے جو تکلیفیں پہنچ رہی ہیں آخر کار ان سے بھی آپ کو نجات ہو گی اور کامیابی آپ ہی کی ہو گی۔

(4): سورۂ یوسف کا مکمل طور پر نزول آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے؛ کیوں کہ آپ ﷺ امی تھے، پڑھتے لکھتے نہ تھے، اس کے باوجود حضرت یوسفؑ کا قصہ معلوم ہونا جو کہ عرب کے ہاں بالکل نامعلوم نہ تھا، اور لوگوں کو سنا دینا اس کے سوا ممکن نہ تھا کہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے بتا دیا گیا ہو۔

روایت میں یہ بھی ہے کہ یہود نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آلِ یعقوب شام سے مصر کیوں آئے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی جس میں توراۃ کے مطابق قصے کی تفصیلات موجود تھیں اور توراۃ پر اضافہ بھی تھا، جو کہ آپ ﷺ کی نبوت پر دلیل تھی۔[72]

(5): قرآن مجید میں قصوں کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور جگہ جگہ مختلف قصے ذکر کیے گئے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عمل، دعوت، تربیت اور جہاد فی سبیل اللہ میں قصوں کا بڑا اثر ہے۔ علما نے تتبع اور استقراء کے بعد یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں موجود قصے قرآن مجید کی ایک تہائی پر مشتمل ہیں۔

سفارشات وتجاویز

علماء اور داعی حضرات کے لیے قصصِ قرآن پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ ان پر تحقیق کر کے شعبہائے زندگی سے متعلق بہت سے فوائد مستنبط کیے جاسکتے ہیں۔ اگرچہ مفسرین کرام نے اکثر فوائد واحکام کا استنباط کر لیا ہے لیکن ہر تفسیر تک ہر کسی رسائی ممکن نہیں ہوتی؛ اس لیے محققین کے لیے مقالوں اور بحثوں کی صورت میں قصصِ قرآن کو اپنے موضوعِ بحث بنانے کو ترجیح دینی چاہیے، قرآن مجید کے ناپید کنار خزانوں سے قارئین کو مستفید ہونے کے لیے مواقع فراہم کرنے چاہئیں۔

مصادرومراجع:

(1) : [سورۂ ہود: 120]

(2): السیوطی ، جلال الدین (849-911ھ)، جمع الجوامع المعروف بالجامع الکبیر ، باب فی الصغیر و لیس فی الکبیر، مصر، قاہرہ، الازہر الشریف، 1426ھ، ط2، ص 14، ج2

(3): الہرری ، محمد الامین بن عبد اللہ الارمی العلوی، الکوکب الوہاج و الروض البہاج فی شرح مسلم بن الحجاج، باب فضائل یوسف علیہ السلام، دار المنہاج- دار طوق النجاۃ، 1430ھ، ص315، ج23

(4): [سورۂ یوسف:3]

(5): [سورۂ یوسف:111]

(6): [سورۂ یوسف:92]

(7): البغوي، محي السنة ابو محمد الحسين بن مسعود ، معالم التنزيل في تفسير القرآن، لبنان ، بيروت، دار إحياء التراث العربي، 1420ھ، ط1، ص474، ج2

(8): القرطبي، محمد بن أحمد الانصاري، الجامع لأحكام القرآن، مصر، قاهره، دار الكتب المصرية، 1384ھ، ط2، ص120، ج9

(9): الكلبي، محمد بن أحمد بن جزي،التسهيل في علوم التنزيل، لبنان، بيروت، شركة دارالأرقم، 1416ھ، ط1، ص381،ج1

(10): ابن عاشور، محمد الطاهر بن محمد، التحرير و التنوير، تونس، الدار التونسية للنشر، 1984ء،ص204، ج12

(11): الكلبي، محمد بن أحمد بن جزي،التسهيل في علوم التنزيل، لبنان، بيروت، شركة دارالأرقم، 1416ھ، ط1، ص381،ج1

(12): الحنبلي، سراج الدين عمر بن علي بن عادل،اللباب في علوم الكتاب، لبنان ، بيروت ،دار الكتب العلمية ، 1419ھ ط1، ص3،ج11

(13): [سورۂ الطلاق:7]

(14) : [سورۂ الشرح:5،6]

(15): البخاری ، ابو عبد اللہ محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، باب ما جاء في كفارة المريض، دمشق، دار ابن اكثير 1414ھ ، ط 5، ص2138، ج 5

(16): المبا ركفوري، صفي الرحمن ، الرحيق المختوم ، 1428ھ، قطر، إدارة الشؤون الإسلامية ، ص92

(17): [سورۂ یوسف:110]

(18): ابن عاشور، محمد الطاهر بن محمد، التحرير و التنوير، تونس، الدار التونسية للنشر، 1984ء،ص198، ج12

(19): القرطبي، محمد بن أحمد الانصاري، الجامع لأحكام القرآن، مصر، قاهره، دار الكتب المصرية، 1384ھ، ط2، ص118، ج9

(20): التمي، ابو حاتم محمد بن حبان، المسند الصحيح لابن حبان،لبنان، بيروت، دار ابن حزم، 1433ھ، ط1، ص235، ج5

(21): [سورۂ بنی اسرائیل:10،9]

(22) : الشنقيطي، محمد الأمين بن محمد المختار، أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن، لبنان ،بيروت ، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع1415ھ،ص17، ج3

(23) : [سورۂ یوسف:2]

(24): النيشابوري، مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، باب وجوب قرأة الفاتحة في كل ركعة، تركيا، دار الطباعة العامرة،1334ھ،ص8، ج2

(25): الشامي، محمد أمين بن عابدين، حاشية رد المحتار علي الدر المختار، بيروت ، دار الفكر 1387، ط2، ص484، ج1

(26) : البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين، شعب الإيمان، باب طلب العلم، لبنان، بيروت، دار الكتب العلمية، 1421ھ، ط1، ص257، ج2

(27): [سورۂ یوسف:5]

28(28) : [سورۂ یوسف:8-10]

(29): القرطبي، محمد بن أحمد الانصاري، الجامع لأحكام القرآن، مصر، قاهره، دار الكتب المصرية، 1384ھ، ط2، ص133، ج9

(30) : ا بن تيمية، شيخ الإسلام أحمد بن عبد الحليم، جامع المسائل، لبنان، بيروت، دار بن حزم، ص 297، ج3

(31) : [سورۂ بقرہ:136]

(32) : ابن كثير، الحافِظِ إسماعيل بن عُمر الدمشقي، تَفسير القرآن العظيم، السعودية، الرياض، دار طيبة للنشر و التوزيع1420، ط2، ص372، ج4

(33) : [سورۂ بقرہ:90]

(34): النيشابوري، مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، باب تحريم ظلم المسلم و خذله و احتقاره، تركيا، دار الطباعة العامرة،1334ھ،ص10، ج8

(35) : [سورۂ یوسف:16-18]

(36) : ابن الجزى الكلبى، محمد بن احمد بن محمد، التسهيل لعلوم التنزيل، لبنان، بيروت، شركة دار الأرقم1416ھ ط1، ص383، ج1

(37) : النيشابوري، مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، باب تحريم ظلم المسلم و خذله و احتقاره، تركيا، دار الطباعة العامرة،1334ھ،ص29، ج8

(38) : البخاري ، محمد بن إسماعيل ، ألادب المفرد، السعودية ، باب لا يصلح الكذب، الرياض، مكتبة المعارف للنشر 1419ھ، ط2، ص 199

(39): العسقلاني، احمد بن علي، فتح الباري، مصر، المكتبة السلفية 1390، ط1، ص392، ج6

(40) : المظهري، محمد ثناء الله ، التفسير المظهري، باكستان، مكتبة الرشيدية 1412ھ،ص184، ج8

(41) : [سورۂ ص:44]

(42) :[سورۂ الانبياء:84]

(43): [سورۂ يوسف:18]

(44): القلموني، محمد رشيد رضا، تفسير المنار، مصر، الهيئة المصرية العامة،1990م،ص220، ج12

(45): [سورۂ يوسف:6]

(46) : ابن عاشور، محمد الطاهر بن محمد، التحرير و التنوير، تونس، الدار التونسية للنشر، 1984ء،ص220، ج12

(47) :[سورۂ يوسف:18]

(48) : [سورۂ يوسف:25-28]

(49): [سورۂ يوسف:93]

(50): المجلة العالمية للدراسات الفقهية و الأصولية 1446ھ،العدد2،ج8،ص 122

(51) : [سورۂ يوسف:30-31]

(52) : القزويني، محمد بن يزيد بن ماجه، السنن لابن ماجه، باب الشفاعة فى الحدود، دار الرسالة العالمية 1430ھ ، ط1، ص530،ج3

(53) : [سورۂ حجرات]

(54) : ابن القيم الجوزية ، محمد بن أبي بكر، تفسير القرآن الكريم ، لبنان ، بيروت، دار و مكتبة الهلال1410ھ، ط1، ص328

(55): ابن القيم الجوزية ، محمد بن أبي بكر، تفسير القرآن الكريم ، لبنان ، بيروت، دار و مكتبة الهلال1410ھ، ط1، ص328

(56) : [سورۂ يوسف:28]

(57) : المظهري، محمد ثناء الله ، التفسير المظهري، باكستان، مكتبة الرشيدية 1412ھ،ص155، ج5

(58) : [سورۂ يوسف:25]

(59) : الآلوسي، شهاب الدين محمد ، روح المعاني، لبنان، بيروت، دار الكتب العلمية 1415ھ،ط1، ص409،ج6

(60) : [سورۂ عنكبوت:69]

(61) : الحسيني، أبو الطيب محمد صديق خان، فتح البيان في مقاصد القرآن، لبنان، بيروت، المكتبة العصرية للنشر1412ھ، ص219، ج10

(62): [سورۂ يوسف:47-49]

(63) : العثماني۔ محمد تقي، غير سودي بينكاري، باكستان، كراتشي،مكتبة معارف القرن 1430ھ،ص17

(64) : [سورۂ يوسف:67]

(65) : الترمذي ، أبو عيسي محمد بن عيسي، الجامع الكبير، لبنان، بيروت، دار الغرب الإسلامي 1996م،ط1، ص578، ج3

(66) : الرازي، أحمد بن علي الجصاص، أحكام القرآن ، لبنان، بيروت، دار الكتب العلمية ،1415ھ،ط1، ص226، ج3

(67) : [سورۂ يوسف:67]

(68) : الترمذي ، أبو عيسي محمد بن عيسي، الجامع الكبير، لبنان، بيروت، دار الغرب الإسلامي 1996م،ط1، ص285، ج4

(69): [سورۂ آل عمران:104]

(70): الإمام احمد، أحمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد، حديث فاطمة عمة أبي عبيدة، مؤسسة الرسالة 1421ھ،ط1، ص45،ج10، انظر أيضاً: ملا القاري، علي بن محمد الهروي،مرقاة المفاتيح،لبنان، بيروت، دار الفكر1422ھ، ط1، ص11

(71) : ابن أبي شيبه الكوفي، أبو بكر عبد الله بن محمد، المصنف، باب ماذكر في الزنا و ماجاء فيه، السعودية، الرياض، دار كنوز إشبيليا1436ھ ط1،ص54،ج10

(72) : البغوي، محي السنة ابو محمد الحسين بن مسعود ، معالم التنزيل في تفسير القرآن، لبنان ، بيروت، دار إحياء التراث العربي، 1420ھ، ط1، ص517، ج2